علامہ اقبال اور فقہی مسائل

ڈاکٹر وسیم انجم/ڈاکٹر حافظ عبدالرشید

Abstract:

It is the slogan of living nations to keep fit with the thoughts and ideas of their forefathers and to get benefit from it.The nations, who forget their blessed determinant ancestors, lose their name as soon as possible. Allama Iqbal is the one among those leaders who gave the idea to the Muslims of subcontinent for a separate state where they can live according to Islamic principles. So we are bound morally to take out the personality of this philanthropic Allama Iqbal.

Islam is a living religion and will continue till the resurrection. Based on the expansion of Islamic sciences it is being divided into different fields, one of which is Fiqh. Allama Iqbal's personality has been studied in others aspects, there is also a need to review his personality from the perspective of his Fiqhi wisdom. This article is an attempt in this regard.

اسلامی معاشرے میں قانون کے لیے "فقہ" اور"شریعت" کی اصطلاحیں مروّج ہیں(۱) لیکن ان کے استعمال میں فرق کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی نے قانون کے معنی اس طرح بیان کیے ہیں:

> "لفظ قانون اصل میں یونانی لفظ ہے جو سریانی کے ذریعے عربی میں آیا۔ یہ لفظ دراصل مسطرۃ (لائنیں کھینچنےکا رولریا پیمانہ) کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ اس کے بعد قاعدہ کے معنوں میں مستعمل ہوا اور آج کل یہ لفظ یورپ میں بمعنی قانونِ کلیسا استعمال ہوتا ہے۔"(۲)

"قانون" کا ایک مترادف لفظ "فقہ"ہے جو عربی لفظ ہے، جس کے معنی فہم و ادراک اور احکامِ شرعیہ کے ہیں۔(۳)فقہ مخصوص فہم سے حاصل کردہ اُس علم کو کہتے ہیں جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ سے مآحوذ ہے یعنی " العلم بالشئ و الفھم لہ "(۴) کسی چیز کا علم حاصل کرنا اور اس کو سمجھنے کے ہیں۔ قرآن مجید اور سنت مبارکہ میں فقہ کا لفظ بنیادی معنوں میں آیا ہے ۔" وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ"(۵) اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور وہ نہیں سمجھتے ۔"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ"(٦) سو کیوں نہ نکلا ہر جماعت میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں۔ یہ لفظ احادیث مبارکہ میں بھی کئی جگہ آیا ہے (۷)آپ ﷺ نے حضرت ابن عباس ؓ کے حق میں دعافرمائی (۸) "اللّٰھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل" (۹) علمائے فقہ میں علامہ زمحشری نے فقہ کی تعریف اس طرح بیا ن کی ہے ۔" الفقہ حقیقۃ الشق و الفتح"(۱۰) فقہ کے معنی چیرنے اور کھولنے کے ہیں (۱۱) اسی طرح ابن اثیر نے فقہ کی تعریف کسی شے کو چیرنا اور کھولنابیا ن کر دیا ہے۔ (۱۲) فقہ کے اصطلاحی معنی دوسری تیسری صدی میں ظہور میں آئے ۔ لغوی معنی میں اما م غزالی نے فقہ کے معنی فہم اور تدبر اور دین میں بصیرت بیان کئے ہیں (۱۳) نتیجہ کے لحاظ سے علامہ زمحشری ، ابن اثیر اور امام غزالی کے مفہوم تقریبا یکساں ہیں اور اسی مفہوم کا لحاظ کر کے فقہاء علم فقہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔"فروعی احکام شرعیہ کا علم جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہو ۔" (۱۴) ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں

اور اعلیٰ تھانوی نے " کشاف اصطلاحات الفنون " میں امام ابوحنیفہؒ کی نسبت سے فقہ کی تعریف اس طرح بیان کی ہے " هُوَ مَعْرِفَةُ النَّفْسَ مَا لَهَا وَ مَا عَلَيْهَا " (۱۵) یعنی کل علوم دینیہ کی معرفت کے ہیں ۔ اصطلاحی طور پر فقہ کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔ " الفقہ ھوا لعلم با لا حکام الشرعیۃ العلمیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ "(١٦) علمائے فقہ کے نزدیک زیادہ جامع تعریف "اُن فروعی احکام شرعیہ کا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہوں۔" (١٧) احکام شرعیہ کے اس علم کے حصول کے لیے کیا اصول و قواعد ہوں، علمائے فقہ نے اس کے لئے علم کی ایک مستقل شا خ تشکیل دی جسے اصول فقہ کہتے ہیں ۔ انھیں اصول فقہ کی روشنی میں فقہی مسائل کو بآسانی حل کیا جاسکتا ہے۔ علامہ اقبال نے خطبات تشکیل جدید کے چھٹے خطبے میں فقہ اسلامی کی غرض و اہمیت اور فقہی مسائل کے تدراک کے لیے خاص بحث کی ہے اور بالآ خر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

> "ہمیں چاہئے آج اپنے اس موقف کو سمجھیں اور اپنی حیاتِ اجتماعیہ کوازسرنو تشکیل اسلام کے بنیادی اصولوں کی رہنمائی میں کریں" (۱۸)

علامہ اقبال کی شخصیت برصغیر میں ان علمائے فقہ میں شامل ہے جنہوں نے اسلامی فقہ کی تشکیلِ جدید میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ علامہ اقبال کی کاوشوں پر اسلامی فقہ کے تناظر میں بہت کم توجہ دی گئی ہے، اس لیے علامہ اقبال اور اسلامی فقہ جیسے موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ خورشید احمد کا مضمون "علامہ اقبال اور فقہِ جدید کی تشکیل" مجلہچراغِ راہ کراچی کے اسلامی قانون نمبر جلد دوم میں شائع ہوا جبکہ ڈاکٹر سید عبداللہ کا مقالہ ’’اسلامی فقہ کی تدوینِ نو علامہ اقبال کی نظر میں‘‘ ایک یادگاری مقالہ جامعہ پنجاب میں ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء میں سینٹ ہال میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی زیر صدارت پڑھا گیا (۱۹)۔ جسٹس پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود نے اس موضوع پر گراں قدر تحقیقی کام سرانجام دیا ہے۔ ان کی نگرانی میں ڈاکٹر محمد وسیم انجم کاپی ایچ ڈی مقالہ "اقبال کی نظر میں اسلامی فقہ کی تشکیلِ جدید"(۲۰)قابل ذکر ہے۔

علامہ اقبال نے بیسویں صدی میں اس موضوع پر قلم اٹھایا جو ایک عرصے تک غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ علامہ اقبال اپنی فکر و نظر سے اسلامی فقہ کی تشکیلِ جدید کے لیے گامزن ہوئے تو انہوں نے اسلامی فقہ کی تشکیلِ جدید کے لیے علمائے کرام سے روابط قائم کیے اور ان سے اس موضوع پر گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھا۔ اسلامی فقہ کے بنیادی اصولوں کو اپنے خطبات میں خاص مقام عطا فرمایا اور اس مشکل ترین موضوع پر اپنے طرزِ فکر اور اسلوب تحریر سے قلم اٹھایا۔ علامہ اقبال کے اس نقطۂ نظر کو ڈاکٹر محمد وسیم انجم نے اپنے مذکورہ مقالے میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس مقالے کے بعد بہت سے تحقیقی مقالے ایچ ای سی کے منظورشدہ جرنلز میں بھی شائع ہو چکے ہیں جو ایک کتاب پر محیط ہیں۔

علامہ اقبال نے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لیے اسلامی فقہ کی تشکیلِ جدید پر زور دیا کیوں کہ مسلمانانِ عالم کو موجودہ دور میں بہت سے مسائل درپیش ہیں جس کی وجہ سے حکومت اور عوام کی خواہش ہے کہ ایسا نظام تشکیل پا جائے جو حقیقی معنوں میں اسلامی اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ مسلمانوں کی اُمنگوں اور احساسات کا آئینہ دار ہو، مسلم رعایا میں خوش اسلوبی اور کامیابی سے چل سکتا ہو۔ لیکن اس قسم کا کامیاب اور قابلِ عمل اسلامی نظام کہیں نظر نہیں آتا جس کی تقلید کی جائے۔ البتہ کچھ مسلم ممالک میں اس کے نمایاں خدوخال متعین کرنے اور اسے عملاً نافذ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اس جدوجہد میں کافی دشواریاں اور مزاحمتیں ہیں جن کے تدارک کے لیے علامہ اقبال نے کئی جگہ ذکر بھی کیا ہے۔(۲۰)

اقبال کی نظر میں اسلامی فقہ کی تشکیلِ جدید میں اسلامی فقہ کے بنیادی مصادر پر مباحث ہیں جو علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں اسلامی فقہ کے اصولوں کا بیان ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں علامہ اقبال نے فقہی معاملات میں حقوق و فرائض، حقوق نسواں، وراثت، تعداد ازدواج

یعنی عائلی قوانین کو بیان کیا ہے۔ انھیں عقائد اور عبادات کی روشنی میں بیان کیا جائے تاکہ پاکستان میں فقہی مسائل سے نبردآزما ہو سکیں جن کا تذکرہ علامہ اقبال کے کلام نظم و نثر میں بدرجہ اُتم پایا جاتا ہے۔ ضرب کلیم کی نظموں اجتہاد، توحید اور سرودِ حلال سے ایک ایک شعر ملاحظہ کیجئیے:

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

آہ اس راز سے واقف ہے نہ مُلا، نہ فقیہہ
وحدت افکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام

جِس کو مشروع سمجھتے ہیں فقیہانِ خودی
منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک وہ سرود
(۲۱)

علامہ اقبال نے ۱۹۰۴ء میں مشہور رسالہ ''مخزن'' میں قومی زندگی کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں فقہائے قدیم کے استدلات پر نظرثانی کی ضر ورت کا احساس دلایا مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا :

''میرا عندیہ یہ نہیں کہ مسلمات مذہب میں کوئی اندرونی نقص ہے بلکہ صرف یہ کہ حال کی ضروریات کے سلسلے میں کچھ فقہی فیصلے درکار ہیں"(۲۲)

علامہ اقبال کو اپنی عملی زندگی کے ابتداء ہی میں مسائل کو فقہی طریقے سے حل کرنے کا احساس ہو گیا تھا۔ مغربی تہذیب کے باعث نئی ضرورتیں پیدا ہو گئی تھیں جن کے بارے میں شرعِ اسلامی کی روشنی میں قوم کو رہنمائی کی ضرورت تھی۔ جسٹس پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود اقبالیات اور اسلامی فقہ کے ماہر ہیں۔ انھوں نے علامہ اقبال کے اولین مضمون "The Idea of Ijtihad"کی تکمیل کا امکانی سال ۱۹۲۴ء قرار دیا ہے (۲۳)۔ خوش قسمتی سے چوہدری محمد حسین کے نام علامہ اقبال کے مکتوب محررہ ۱۸ اگست ۱۹۲۴ء میں اس مقالے کی تکمیل کی تاریخ تقریباً طے ہو جاتی ہے:

''مضمون اجتہاد آج ٹائپ ہو کر تیار ہو گیا ہے۔ ۳۲ ٹائپ شدہ صفحات ہیں" (۲۴)

علامہ اقبال نے اپنے چھٹے خطبے ''اجتہاد فی الاسلام" (۲۵) خطوط اور تقریروں میں فقہی مسائل، حقوق و فرائض اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مختلف انداز میں گفتگو فرمائی ہے۔ مرد و زن کے برابری کے حقوق اور رتبے کے بارے میں ۷ جنوری ۱۹۲۹ء کو انجمن خواتین اسلام مدراس میں علامہ اقبال کو ایک سپاس نامہ پیش کیا گیا ۔ اس کے جواب میں انقلاب نے ۱۹ فروری ۱۹۲۹ء کو علامہ اقبال کی تقریر شائع فرمائی:

''اگر آپ ان حقوق پر نظر ڈالیں جو اسلام نے عورتوں کو دیے ہیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس مذہب نے عورت کو کسی طرح مرد سے ادنیٰ درجہ پر نہیں رکھا۔ سب سے پہلے یہ دیکھیئے کہ ماں بچوں کی وراثت کا حق رکھتی ہے۔ سب سے اول اسلام ہی نے اس امر کا اعلان کیا کہ عورت اپنی علیحدہ جائیداد کا حق رکھتی ہے۔ یورپ کے کئی ملکوں میں اب تک آپ کی بہنوں کو علیحدہ جائیداد کا حق حاصل نہیں۔ غالباً ۱۸۷۵ء تک انگلستان میں عورت جائیداد کی مالک نہ تھی۔ اس کی جائیداد نکاح کے وقت خاوند کی جائیداد میں جذب ہو جاتی تھی۔ ۱۸۸۸ء میں کوئی انگریز اپنی مرحوم بیوی کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام میں اس قسم کی شادی کی اجازت شروع سے ہے۔ تعجب کی

بات ہے کہ اولاد کی ولدیت کا حق انگریز ماں کو اس وقت تک بھی نہیں۔ اسلام میں یہ حق ہمیشہ سے موجود ہے۔ ان تمام امور میں یورپین قومیں یا تو اسلام کا تتبع کر رہی ہیں یا خود فطرت نے اب انہیں اس طرف توجہ دلا دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یورپ نے بھی وضع قانون کے معاملہ سے اسلام سے بہت کچھ سیکھا ہے۔" (۲۶)

موجودہ دور میں عورتیں اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے بچوں کو دودھ مقررہ مدت تک نہیں پلاتیں جو بچے کا فطری حق ہے۔ مائیں بچوں کو فیڈر کے ذریعے دودھ پلانے پر اکتفا کرتی ہیں جو بغیر مجبوری کے فیشن کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ایسی صورت میں معاشرتی شکایت ہوتی ہے کہ اولاد نافرمان ہے انہیں والدین کا احساس نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مدت مقرر کر دی ہے اس کے لیے قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَہُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَہٗ رِزْقُہُنَّ وَ كِسْوَتُہُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَہَا

"مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ اس کے لیے جو دودھ پلانے کے زمانے کو پورا کرنا چاہتا ہے اور جس کا بچہ ہے اس پر اچھے طور پر ان کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری ہے۔"(۲۷)

یہ بات چودہ سو سال پہلے قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے جو موجودہ دور میں طبعی سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ جو مائیں بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں وہ چھاتی کے کینسر میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور دیگر بیماریوں کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔

مدراس کے خواتین سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے علامہ اقبال نے اپنے

مکتوب بنام مدیر انقلاب ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء میں تحریر کیا ہے:

''فقہ اسلامی میں بیوی بچوں کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہے نہ کہ بچہ جننے کی، جیسا کہ نوٹ لکھنے والے صاحب نے لکھا ہے۔ میں نے تقریر میں اس کا ذکر کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ان کے حافظہ سے اُتر گئی ۔ علی ھذا القیاس۔" (۲۸)

قرآن کریم کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ پیدائش کے اعتبار سے ایک انسانی بچے اور دوسرے انسانی بچے میں کوئی تفریق اور تمیز روا نہیں رکھی جا سکتی۔ ''وَلَقَد كَرَّمَنَا بَنِي آدَمَ '' ہم نے تمام انسانوں کو واجب التکریم بنایا ہے (۲۹)۔

قرآن کریم کا یہ اصول ظاہر ہے کہ ''نوع انسان'' یا ''بنی آدم'' میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ اس لیے دونوں یکساں تکریم کے مستحق ہیں۔ عائلی زندگی میں نکاح کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جو ایک معاہدہ ہے۔اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا ہے ''وَّاَخَذْنَامِنْكُمْمِّيْثَاقًاغَلِيْظًا'' (۳۰) اور تمہاری بیویوں کو قبول کرتے ہوئے جو قرآن و سنت نے ان پر عائد کی ہیں میاں بیوی کی حیثیت سے باہمی رفاقت کی زندگی بسر کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ نکاح کے لغوی معنی ''ملانا'' اور حقیقی معنی ''جماع''کے ہیں (۳۱) نکاح کو قرآن پاک میں ''حصن'' یعنی قلعہ سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے مراد زوجین کی عفت و عصمت کا تحفظ ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت قرآن کریم میں ان الفاظ میں کی گئی ہے'' وَمِن آيَاتِهِ أَن خَلَقَ لَكُم مِن انَفُسِكُم اَزوَاجاً لِتَسكُنُوا اِلَيهَا وَجَعَلَ بَينَكُم مَودَّةً وَرَحمَةً '' اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ (۳۲)قرآن کریم کی اس آیت اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں ہم نکاح کی یہ تعریف کر سکتے ہیں:

’’نکاح ایسا عقد ہے جس سے زن و شوہر کے درمیان معاشرت اور باہمی تعلق جائز ہو جاتا ہے اور دونوں کو کچھ حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اور کچھ فرائض عائد ہو جاتے ہیں‘‘۔(۳۳)

دورِ جاہلیت میں محرمات کا دائرہ انتہائی محدود تھا۔ عرب صرف اپنی حقیقی ماں، دادی، بیٹی، پوتی سے نکاح نہیں کرتے تھے لیکن اہلِ عرب میں جو لوگ مجوس مذہب کے پیرو تھے وہ اپنی بیٹیوں اور پوتیوں سے بھی نکاح کر لیتے تھے (۳۴)۔ اس سے عائلی نظام اور نسب تباہ ہوتا اور فحاشی فروغ پاتی۔ لہٰذا اسلام نے اس دائرہ کو بہت وسیع کر دیا۔ قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت ۲۲ تا ۲۴ میں محرمات کی تفصیلات بیان کر دی ہیں ۔

علامہ اقبال نے قانون ازدواج صغرسنی پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء کو لاہور میں انقلاب کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

’’عوام اپنی لڑکیوں کی شادی صغرسنی ہی میں کر دیتے ہیں لہٰذا لڑکیاں ابھی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں کہ مائیں بن جاتی ہیں۔ اس طرح جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ کمزور اور منحنی ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمان عموماً شریعت اسلامی کے پابند ہیں ۔ اسلام والدین کو صغرسنی کی شادی کی اجازت دیتا ہے لیکن نابالغ لڑکیوں کے مائیں بن جانے کی برائی کو روکنے کے لیے حکم دیا ہے کہ شادی کے بعد لڑکی جب تک بالغ نہ ہو جائے، خاوند کے گھر نہ بھیجی جائے۔ چنانچہ بنگال کے علاوہ ہندوستان کے جملہ دیہات میں مسلمان اپنی بچیوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں کر دیتے ہیں لیکن اسے خاوند کے گھر نہیں بھیجتے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائیں۔‘‘ (۳۵)

پاکستان میں از روئے دفعہ ۳ قانون بلوغ مجریہ ۱۸۷۵ء تقویم عیسوی کے مطابق ۱۸ سال کی عمر سن بلوغ ہے اور جن نابالغوں کا ولی بحکم عدالت مقرر کیا گیا ہو یا جو کورٹ آف وارڈز کی زیرنگرانی ہوں، ۲۱ سال کے اختتام پر بالغ متصور ہوتے ہیں لیکن مسلمانوں کے عائلی امور مثلاً نکاح، مہر اور طلاق کے معاملات میں قانون مذکورہ کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ البتہ مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ء کے تحت امتناع ازدواج اطفال مجریہ ۱۹۲۹ء میں ترمیم کے ذریعے اطفال کی شادیوں سے پیدا ہونے والی سماجی برائیوں کے انسداد کی غرض سے متناکعین کی کم از کم عمروں کا تعین کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ از روئے قانون نافذ الوقت لڑکی اور لڑکے کی قابل نکاح عمر علی الترتیب سولہ اور اٹھارہ سال قرار دی گئی ہے۔ اس عمر کے علاوہ دونوں فریقین کا باہم متفق ہونا ضروری ہے۔(۳۶)

قرآن مجید میں حقوق و فرائض اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کے متعلق علامہ اقبال نے مختلف انداز میں گفتگو کی ہے۔علامہ اقبال عائلی قوانین کے متعلق تعددِ ازواج اور عورتوں کے حقوق و فرائض پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام نے جن چیزوں کو جائز قرار دیا ہے ان میں مکروہ ترین شے طلاق ہے۔ تعدّدِ ازواج کو اس لیے گوارہ کر لیا گیا ہے کہ طلاق ایک عام معاشرتی رسم نہ بن جائے۔ طلاق اور تعدّدِ ازواج دو معاشرتی خرابیاں ہیں جن میں موخرالذکر یقیناً کم تر ہے لیکن طلاق سے اجتناب ہی شاید اس رسم کا واحد جواز نہیں بلکہ اس میں کسی حد تک مرد کی فطرت کی رعایت بھی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس قانون کی رُو سے وہ اپنے فطری میلانِ تنوع کو بھی پورا کر سکتا ہے اور اس شوق و رغبت کے نتیجے میں جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اُن سے بھی روگردانی نہیں کر سکتا (۳۷)۔

علامہ اقبال نے عائلی قوانین خصوصاً نکاح، طلاق اور وراثت میں عورت اور مرد کو برابر کے حقوق تجویز کیے ہیں۔ اقبال کے نزدیک چونکہ قانون میں تبدیلی معاشرے میں تبدیلی سے ہم آہنگ ہونی چاہیے اس لیے وہ اپنے شک کا اظہار کرتے ہیں کہ ترکی کے مصلحین قانون جو کچھ

کہہ رہے ہیں آیا ترکی کی معاشرت واقعی ان تبدیلیوں کی متقاضی بھی تھی۔ تاہم برصغیر کے بارے میں معروضی حالات اسلامی قانون میں تبدیلی کا تقاضا کرتے رہے تھے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

’’جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے اس قسم کی صورتیں ضرور پیش آ چکی ہیں جن میں بعض غلط قسم کے خاوندوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بیویوں کو مجبوراً ارتداد کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اب اسلام ایسے تبلیغی مذہب کے مقاصد کے لیے اس سے زیادہ ناقابل برداشت امر اور کیا ہو سکتا ہے؟ مشہور اندلسی فقیہ امام شاطبی نے بھی ’موافقات‘ میں لکھا ہے کہ شریعت اسلامیہ کو پانچ چیزوں کی حفاظت منظور ہے۔ دین، نفس، عقل، مال اور نسل کی، جسے اگر مان لیا جائے تو پھر اس سوال کا کیا جواب ہے کہ ’ہدایہ‘ میں قانون ارتداد کو جو شکل دی گئی ہے وہ اس ملک میں ہمارے دینی مصالح کی حفاظت کے لیے سچ مچ کافی ہے۔ مسلمانان ہند چوں کہ غیر معمولی طور پر قدامت پسند واقع ہوئے ہیں لہٰذا ہندوستان کی عدالتیں مجبور ہیں کہ فقہ اسلامی کی مستند کتابوں سے سرِ مُو انحراف نہ کریں۔ اس صورت میں حالات کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ تو بدل رہے ہیں مگر قانون جہاں تھا وہیں کھڑا ہے‘‘ (۳۸)

علامہ اقبال نے ایک حقیقی مسئلہ پیش کیا جو معاشرے کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھنے کی دعوت تھی یا مسلمان عورتوں کو ناپسندیدہ خاوندوں سے علیحدگی کا حق دلانے کا مطالبہ تھا یا مسلمان عورتوں کو ارتداد سے بچانے کی اپیل تھی یا عیسائیت کی اشاعت کا خطرہ تھا۔ بہرحال برصغیر کے مسلمانوں کو اس نئی صورت حال پر سوچنے پر مجبور کیا جس کو علمائے فقہ نے بھی محسوس کیا اور آئندہ اس ضرورت پر مختلف مقدمات میں مباحث ہوئی اور عورت کے خلع کے حق کو تسلیم کر لیا گیا جس کی تفصیل ڈاکٹر محمد وسیم انجم کی کتاب ’’قرآن اور قانونِ جدید‘‘ کے باب ششم ’قرآن اور عائلی قوانین‘ میں کر دی گئی ہے (۳۹) علامہ اقبال کی ایک تقریر ۱۹ فروری ۱۹۲۹ء میں اس طرح شائع ہوئی:

’’اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام میں عورت کو (مرد کی طرح) طلاق دینے کا حق نہیں۔ حال ہی میں ترکی میں یہی اعتراض کیا گیا لیکن ہم تو محکوم ہیں، اپنی مرضی کے مطابق اپنی تعلیم کو نہیں چلا سکتے۔ تعجب ہے کہ ترکی میں بھی اس اعتراض کا جواب نہ دیا گیا۔ اسلام نے اس مسئلے کو عجب طرح بیان کیا ہے جو حل اسلام نے اس مسئلہ کا تجویز کیا ہے وہ نہایت عمیق تجربے پر مبنیٰ ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ہمارے علماء نے کبھی اس بات کی توضیع ہی نہیں کی کہ نکاح کے وقت عورت کہہ سکتی ہے کہ جو حق اسلام نے طلاق کا تم کو (مرد کو) دیا ہے، وہی اس وقت مجھے (عورت کو) دے دو تو پھر نکاح ہو گا یا یہ حق میرے کسی قریبی تعلق والے کو دے دیا جائے، پنجاب میں آج سے دس سال پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ عورت کو نکاح کے وقت یہ حق بھی حاصل ہے ا ور نہ جہالت کی وجہ سے آج تک کسی نے دریافت ہی کیا۔ جب انگلستان میں طلاق کی آسانی ہوئی تو بیشتر عورتیں ہی تھیں جنھوں نے عدالتوں میں طلاق کی درخواستیں دینا شروع کر دیں حالانکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ مرد عورت کو بہت جلد طلاق دے دیتا ہے‘‘(۴۰)

علامہ اقبال نے ان تمام اصلاحوں کے علاوہ منگنی یا شادی کے بارے میں عائلی زندگی کو دیرپا اور مضبوط بنانے کے لیے اپنے مضمون ’’قومی زندگی‘‘ کی دوسری قسط میں جو تحریر کیا وہ خرم علی شفیق نے اقبال تشکیلی دور ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۳ء کے اقتباس میں بتایا:

’’نارضامندی کی شادیاں مسلمانوں میں عام ہو رہی ہیں جن کی وجہ ۹۹ فی صد اسلامی گھروں میں اس بات کا رونا رہتا ہے کہ میاں بیوی کی آپس میں نہیں بنتی۔ منگنی کا دستور نہایت مفید ہو سکتا ہے بشرطیکہ شادی سے پہلے میاں بیوی کو اپنے بزرگوں کے سامنے ملنے کا موقع دیا جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کی عادات اور مزاج کا مطالعہ

کر سکیں اور اگر اُن کے مزاج قدرتا مختلف واقع ہوتے ہیں تو منگنی کا معاہدہ فریقین کی خواہش سے ٹوٹ سکے" (۴۱)

اس طرح عائلی نظام میں بہت سی دشواریوں سے بچ سکتے ہیں۔ بہرحال اس ضمن میں جو سوالات علامہ اقبال کے ذہن میں ابھرے اور بالخصوص جو سوالات انھوں نے وقتاً فوقتاً سید سلیمان ندوی سے پوچھے انھیں پیش نظر رکھنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ ان سوالات کا خلاصہ جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے علامہ اقبال کی سوانح حیات ''زندہ رود'' میں اس طرح تحریر کیا ہے:

''حضرت عمرؓ نے طلاق کے متعلق جو طریقہ اختیار کیا، اگر اس کا اختیار انہیں شرعاً حاصل تھا تو اس اختیار کی اساس کیا تھی؟ زمانہ حال کی زبان میں آیا اسلامی کانسٹی ٹیوشن ان کو ایسا اختیار دیتی تھی؟ فقہا کے نزدیک خاوند کو جو حق اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ہے، وہ بیوی کو یا اس کے کسی خویش یا کسی اور آدمی کے حوالے کیا جا سکتا ہے ، اس مسئلے کی بنا کوئی آیت قرآن ہے یا حدیث؟'' (۴۲)

علامہ اقبال اپنے مضمون ''مغربی اور مشرقی خواتین کی حیثیت'' میں تعداد ازدواج کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ اسلام نے تعداد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ کھلم کھلا زناکاری کے انسداد کا ایک موثر علاج ہے۔ وحدت ازدواج ہمارا اور آپ کا مطمع نظر ہونا چاہیے لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس طرح عورتوں کی اکثریت کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا''(۴۳)۔

علامہ اقبال کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ معاشرتی مصائب بدستور موجود ہیں۔ علامہ یہ نہیں کہتے کہ صرف تعداد ازدواج میں ہی جملہ امراض عالم کا مداوا ہے۔ مذکورہ مضمون میں علامہ اقبال اسلامی قانون کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک مسلم ملک کی حکومت ایسے کسی بھی اختیاری حکم کو منسوخ کر سکتی ہے جب وہ کسی نہ کسی انداز میں معاشرتی زندگی کی تباہی کا باعث بننے لگے۔ علاوہ اس کے اسلامی قانون کے تحت ہر عورت خواہ وہ کنواری ہو، شادی شدہ ہو، مطلقہ ہو یا بیوہ ہو اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر اپنی جائیداد کی دیکھ بھال خود کرنے کا حق رکھتی ہے اور بعض مفتیوں کے فتاویٰ کے مطابق وہ خلیفہ (سربراہ مملکت) بھی منتخب کی جا سکتی ہے۔ واضح رہے کہ اس زمانہ میں انگلستان کے قانون کے تحت عورتیں قانونی طور پر معذور لوگوں یعنی پاگلوں اور نابالغوں کے زمرے میں آتی تھیں اس لیے وہ نہ تو اپنی جائیداد کی نگہداشت خود کر سکتی تھیں نہ کوئی کاروبار خود چلا سکتی تھیں اور نہ انھیں عدالتوں میں کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کر سکنے کا حق حاصل تھا کیونکہ قانون کی نگاہ میں ان کی حیثیت ویسے ہی تھی جیسے پاگلوں یا نابالغوں کی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے واضح کیا کہ مسلمان خاوند پر اپنی بیوی کے حق مہر کی ادائیگی کے علاوہ اس کے نان نفقہ کی کفالت کی ذمہ داری ہے اور اپنے ان حقوق کے حصول کی خاطر بیوی اس کی تمام جائیداد پر کلی طور پر قابض رہنے کا حق رکھتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح مسلم خاوند کو طلاق کا حق دیا گیا ہے اسی طرح بیوی کو بھی خلع کا حق حاصل ہے۔ وہ نکاح کے وقت اگر چاہے تو یہ حق اپنے بھائی، والد یا کسی اجنبی شخص کو بھی بطور مختار تفویض کر سکتی ہے(۴۴)۔

علامہ اقبال ترک شاعر ضیا گوکب آلپ پاشا کے نظریہ عورتوں کی مساوات سے متعلق اسلام کے عائلی قوانین میں بنیادی تبدیلیوں کے خواہش مند ہیں۔ترک شاعر ضیا کی رائے میں جب تک عورت کے ساتھ عدل و انصاف سے کام نہ لیا جائے اس وقت تک سماجی اور قومی زندگی میں رعنائی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لیے وہ تین چیزوں یعنی طلاق، خلع اور وراثت کو ناگزیر سمجھتا ہے۔ علامہ اقبال کے خیال میں ضیاء کو اسلام کے عائلی قوانین سے پوری طرح واقفیت نہیں اس لیے وہ خلع کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے۔ اسی طرح وہ وراثت کے قرآنی حکم کے معاشی مفہوم کو نہیں سمجھ سکا۔ وراثت کی عدم مساوات عورت کی کمتری کی بنا پر نہیں بلکہ یہ

اس کے معاشی فوائد کے پیش نظر ہے۔ اس بات کو علامہ اقبال نے اپنے خطبہ ششم میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے:

’’اگر قانوناً ان کے حصوں میں مساوات قائم نہیں کی گئی تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہ خیال تعلیماتِ قرآنی کے منافی ہے۔ لڑکی کا حصہ متعین ہوا تو کسی کمتری کی بنا پر نہیں بلکہ ان فوائد کے پیشِ نظر جو معاشی اعتبار سے اسے حاصل ہیں۔ علی ہذا اس مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اس ہیت اجتماعیہ میں جس کا وہ خود بھی ایک حصہ ہے، اسے دیا گیا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی رُو سے لڑکی اس سارے جہیز کی خود ہی مالک ہے جو اسے والدین سے ملتا ہے اور مہر کی بھی جسے اس کی مرضی کے مطابق مؤجل بھی ٹھہرایا جا سکتا ہے اور غیر مؤجل بھی اور جس کی ادائیگی تک وہ خاوند کی ساری جائیداد مکفول رکھ سکتی ہے۔ اس کی کفالت کی ذمہ داری بھی تا حیات خاوند پر ہی رہتی ہے‘‘ (۴۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں، پھر حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی طلاق تصور کی جاتی تھی۔ لوگوں نے تین طلاقیں دینے کا عمل کثرت سے شروع کر دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس سلسلہ میں تیزی اور عجلت سے کام لینا شروع کر دیا ہے، اگر ہم تین طلاقوں کو تین ہی نافذ کر دیں تو زیادہ اچھا رہے گا۔ لہٰذا آپ نے ان کو تین طلاقیں قرار دیا (۴۶)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس شخص نے ایک بار تین طلاقیں دی تھیں تو آپؐ نے اسے ایک ہی طلاق شمار کیا تھا (۴۷)۔اس بارے میں علامہ اقبال اپنے مکتوب بنام سید سلیمان ندوی محررہ ۷ اپریل ۱۹۲۶ء میں رقمطراز ہیں:

’’حضرت عمرؓ نے طلاق کے متعلق جو مجلس قائم کی ہے اس کا اختیار اُن کو شرعاً حاصل تھا۔ میں اس اختیار کی اساس معلوم کرنا چاہتا ہوں‘‘(۴۸)

اب علماء تو یکبار کی تین طلاق کو ایک ہی طلاق شمار کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک بار کہی گئیں اور بعض اسے تین طلاق شمار کرتے ہیں، البتہ اس طرح طلاق دینے والے کو مجرم اور گنہگار گردانتے ہیں (۴۹)۔ علامہ اقبال ان فقہی مسائل کے حل کے بارے میں حضرت عمرؓ کی ذات مبارک کے بارے میں کہتے ہیں:

’’اسلامی قانون میں کیا فی الواقع مزید نشوونما اور ارتقا کی گنجائش ہے۔ لیکن اس سوال کے جواب میں ہمیں بڑی زبردست کاوش اور محنت سے کام لینا پڑے گا۔ گو ذاتی طور پر مجھے یقین ہے کہ اس کا جواب اثبات ہی میں دیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ہم اس مسئلے میں وہی روح برقرار رکھیں جس کا اظہار کبھی حضرت عمرؓ کی ذات میں ہوا تھا۔ وہ امت کے اولین دل و دماغ ہیں جو ہر معاملے میں آزادی رائے اور تنقید سے کام لیتے تھے "۔(۵۰)

اس دور میں فقہ کے رمز شناس اور ماہرین میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ شامل رہے۔ (۵۱) علامہ اقبال فقہی مسائل سے متعلق نیا فقہ مدون کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے رقمطرازہیں:

"ہمارے اصولِ فقہ ہوں یا نظاماتِ فقہ،ان میں آج بھی کوئی ایسی بات نہیں جس کے پیشِ نظر ہم موجودہ طرزِ عمل کو حق بجانب ٹھہرائیں۔ برعکس اس کے اگر ہمارے افکار میں جامعیت اور دقتِ نظر موجود ہے اور ہم نئے نئے احوال و تجربات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ فقہِ اسلامی کی تشکیلِ نو میں جرأت سے کام لیں"۔(۵۲)

علامہ اقبال فقہی مسائل کے تدارک کے لیے ایک تقریر میں گفتگو کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ تمام مسلمانوں کے لیے ہندوستان میں خانگی تنازعات کے تصفیہ کے لیے اسلامی عدالتیں قائم ہونی چاہییں۔ گزشتہ پانچ چھ سو سال سے شریعتِ اسلام جامد رہی ہے۔ قانونِ شریعت پرلکھی گئی مشہور کتب بھی پانچ سو سال پرانی ہیں۔ اس وقت جو فتوے دیئے گئے تھے وہ ان کے حالات کے مطابق تھے لیکن آج کل حالات بدل چکے ہیں (۵۳) ، اس لیے عصری حالات کے تناظر میں شرعی مسائل پر غور وخوض کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

حوالہ جات:

(۱) مولوی سیداحمد دہلوی، مُولف ، *فرہنگ آصفیہ* ، جلدسوم، مکتبہ حسن سہیل لمٹیڈ ، راحت مارکیٹ اُردو بازار لاہور، اشاعت سوم ۔ س ن ، ص ۳۴۹

(۲) ڈاکٹر صبحی محمصانی ، *فلسفئہ شریعت اسلام* ، مترجم : مولوی احمد رضوی ، مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور، اشاعت نہم ، نومبر ۱۹۹۴ ء ، ص ۲۴

(۳) مولانا وحید لزمان کیرانوی ، مولف، *القاموس الفرید* (عربی سے اُردو لغات)، صابری دار الکتب چوک اُردو بازار لاہور، اشاعت اول ، ۱۹۸۲ء ، ص ۵۰۹

(۴) ڈاکٹر عبدالکریم زیداں ، *الوجیز فی اصول الفقہ* ، فاران اکیڈمی قذافی سٹریٹ اُردوبازار لاہور، اشاعت اول ، ۱۹۷۶ء، ص ۸

(۵) *قرآن مجید* : سورة توبہ : آیت ۸۷

(۶) ایضاً، آیت ۱۲۲

(۷) محمد نذیر رانجھا ، مرتب و مترجم، *کنز العلم و العمل*، عتیق پبلشنگ ہاوس ماڈل ٹاون کہوٹہ روڈ اسلام آباد، ۱۹۹۴ء،ص ۱۴۶

(۸) مولانا محمد یوسف کا ندھلوی ، *حیاة الصحابہ رضی اللہ عنہم* ، جلد سوم (حصہ ہشتم ، نہم ، دہم)، مترجم: مولانا محمد عثمان خان، اسلامی اکادمی اُردو بازار لاہور،س ن ، ص ۲۸۶

(۹) امام ابو حامد محمد بن محمد لغزالی ، *احیاءعلوم الدین* (لجزء الاول)، دارا لمعر فة للطباعة والنشر، بیروت ، لبنان،س ن، ص ۳۷

(۱۰) شاہ معین الدین ندوی، مرتب، *معارف*، مجلس دارالمصفین کا ماہوار علمی رسالہ، المصنفین اعظم گڑھ، جلد ۸۳ ،شمارہ ۲،فروری ۱۹۵۹ ء، ص ۸۶

(۱۱) مولانا وحید الزمان کیرانوی ، مولف ، *القاموس الفرید* ، ص ۳۴۶ ، ۴۸۶

(۱۲) ڈاکٹر سید محمد عبداللہ ، رئیس ادارہ، *اُردو دائرہ معارف اسلامیہ* ، جلد ۱۵ ، دانش گاہ پنجاب لاہور، اشاعت اول ، ۱۹۷۵، ص ۳۹۵

(۱۳) امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، *احیاء علوم الدین*، (الجزاء الاول)،ص ۲۴

(۱۴) ڈاکٹر صبحی محمصانی ، *فلسفۂ شریعتِ اسلام*، مترجم : مولوی محمد احمد رضوی ،ص۳۸

(۱۵) مولوی محمداعلیٰ ابن علی التھانوی ، مئولف، *کشاف اصطلاحات الفنون* ، المجلد الاول ، تصحیح: مولوی محمد وجیہ ، مولوی عبدالحق، مولوی غلام قادر ، الویس اسپرنگر التیرولی و لیم ناموِیس الایرلندی، کلکتہ، ۱۸۱۳ ء، ص۳۰

(۱۶) ایضاً، ص ۳۱

(۱۷) ڈاکٹر صبحی محمصانی، *فلسفۂ شریعتِ اسلام*، مترجم: مولوی محمد احمد رضوی۔ص ۲۸

(۱۸) علامہ اقبال ، *تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ*، مترجم: سید نزیر نیازی ، بزم اقبال کلب روڈ لاہور، اشاعت سوم، مئی ۱۹۸۶ء ، ص ۲۷۷

(۱۹) ڈاکٹر سید عبداللہ، *مطالعہ اقبال کے چند نئے رُخ*، بزم اقبال کلب روڈ، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۹،۱۳۹

(۲۰) محمد وسیم انجم، *اقبال کی نظر میں اسلامی فقہ کی تشکیل جدید*، شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۲۵۶

(۲۱) علامہ اقبال، *کلیاتِ اقبال* (اُردو)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور،اشاعت ہفتم، ۲۰۰۶ء، ص ۵۳۴، ۵۳۷، ۶۳۷

(۲۲) سید عبدالواحد معینی (مرتب)، *مقالات اقبال*، شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور، اشاعت اول، مئی ۱۹۶۳ء، ص ۵۴، ۵۵

(23) Muhammad Khalid Mas'ud. *Iqbal's Reconstruction of Ijtihad,* Iqbal Academy Pakistan, Islamic Research Institute 1995. PP 89,90

(۲۴) غلام قدیر خواجہ ایڈووکیٹ، *اقبال اور مشرقی تبصرہ بر تذکرہ*، الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، لاہور،۱۹۹۶ء، ص ۲۵

(۲۵) علامہ اقبال، *تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ*،مترجم:سید نذیر نیازی ، بزم اقبال کلب روڈ، لاہور،اشاعت سوم، مئی ۱۹۸۶ء، ص ۲۲۳ تا ۲۷۷

(۲۶) محمد رفیق افضل(مرتب)، *گفتار اقبال* ، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور، اشاعت دوم، نومبر ۱۹۷۷ء، ص ۷۵

(۲۷) *قرآن مجید* ، سورۃ البقرہ ، آیت ۲۳۳

(۲۸) محمد افضل رفیق (مرتب)، *گفتارِ اول*، ص ۷۵

(۲۹) *قرآن مجید*، سورۃ بنی اسرائیل، آیت۷۰

(۳۰) ایضاً: سورۃ النساء ، آیت ۲۱

(۳۱) سید قاسم محمود(مرتب)، *شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا* ، شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی،س ن، ص۱۴۱۵

(۳۲) *قرآن مجید* ، سورۃ الروم : آیت ۲۱

(۳۳)   ڈاکٹر محمد وسیم انجم، *قرآن اور قانونِ جدید*، انجم پبلشرز کمال آباد ۳، راولپنڈی، ۲۰۰۶ءء، ص ۱۱۹

(۳۴)   شیخ الاسلام محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم ،*صحیح بخاری شریف* (جلد چہارم) ،مترجم: مولانا عبدالرزاق ، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار لاہور، ص ۷۷۹

(۳۵)   محمد رفیق افضل(مرتب)، *گفتار اقبال* ، ص ۹۴، ۹۵

(۳۶)   ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، مجموعہ *قوانین اسلام* (جلد اول) ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، اشاعت دوم، ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۳

(۳۷۔   ڈاکٹر جاوید اقبال، جسٹس(مرتب)، *شذرات فکر اقبال*، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور، اشاعت اول، دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۲

(۳۸)   *تشکیل جدید الہیات اسلامیہ*، ص ۲۶۱

(۳۹)   ڈاکٹر محمد وسیم انجم، *قرآن اور قانونِ جدید*، ص ۱۱۲

(۴۰)   محمد رفیق افضل(مرتب)، *گفتار اقبال* ، ص ۷۸

(۴۱)   خرم علی شفیق، *اقبال تشکیلی دور ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۳ء*، اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت اول، ۲۰۰۹ء، ص ۲۱

(۴۲)   ڈاکٹر جاوید اقبال ، *زندہ رود*، سنگ میل پبلی کیشنز ، لاہور، اشاعت دوم، ۲۰۰۸ء، ص ۴۱۶

(۴۳)   حکیم محمد یوسف حسن، سلطان رشک، مدیران، *نیرنگِ خیال*، ۸ محمدی مارکیٹ نرنکاری بازار راولپنڈی، شمارہ ۵۸۶، ۵۸۷، ۱۹۷۶ء، ص ۷

(۴۴)   محمد وسیم انجم، *اقبالیات نیرنگ خیال*، انجم پبلشرز کمال آبادل ۳ راولپنڈی، ۲۰۰۰ء ص ۱۰۷

(۴۵)   *تشکیل جدید الہیات اسلامیہ*، ص ۲۶۲، ۲۶۳

(۴۶)   شیخ الاسلام محمد بن اسماعیل شیخ، *صحیح بخاری شریف* (جلد چہارم)، مترجم: مولانا عبدالرزاق، ص ۸۷۶

(۴۷)   ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، *سنن نسائی* (جلد دوم) ، مترجمین: مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری، مولانا دوست محمد شاکر، حامد اینڈ کمپنی، مدینہ منزل اردو بازار، لاہور، ص ۴۴۹

(۴۸)   اختر راہی(مرتب)، *اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں*، بزم اقبال لاہور، اشاعت اول، مارچ ۱۹۷۸ء، ص ۱۸۹

(۴۹)   سید شمیم حسین قادری، *اسلامی ریاست*، علماء اکیڈیمی شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۲۱۲

(۵۰)   *تشکیل جدید الہیات اسلامیہ*، ص ۲۵۱

(۵۱) محمد تقی امینی، *فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر* ، اسلامک پبلیکشنز(پرائیویٹ) لمٹیڈ، ۱۳ ای
شاہ عالم مارکیٹ ، لاہو ر،اشاعت پنجم ، اگست ۱۹۸۹ء
ص ۵٦ ،

(۵۲) *تشکیل جدید الہیات اسلامیہ* ، ص ۲۷۵۔

(۵۳) ڈاکٹر محمد وسیم انجم، *شذراتِ انجم* ، انجم پبلشرز کمال آباد ۳، راولپنڈی، ۲۰۱۸ء، ص ۱۶